فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مسئلہ علم غیب پر تحقیقی نظر	مدیر	۳
۲	ماہ رمضان اور اس کی برکات	مولانا محمد عبدہ صاحب فیروزپوری	۱۲
۳	فتاوی	جناب مولانا عبیداللہ صاحب رحمانی شیخ الحدیث ومفتی مدرسہ	۲۱
۴	دار الحدیث رحمانیہ دہلی کا سالانہ امتحان	منیجر رسالہ محدث	۲۴

مقاصد

(۱) کتاب وسنت کی اشاعت

(۲) مسلمانوں کی ذہنی اخلاقی اصلاح

(۳) دار الحدیث رحمانیہ دہلی کے کوائف کی ترجمانی

ضوابط

(۱) یہ رسالہ ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

(۲) سالانہ چندہ ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر وصول ہونے پر رسالہ سال بھر کے لیے جاری کردیا جائیگا کسی کے نام یہ رسالہ وی پی نہیں بھیجا جائیگا۔

(۳) اس رسالہ میں دینی، علمی، اصلاحی، اخلاقی، تاریخی، تمدنی، مضامین بشرط پسند شائع ہوں گے۔

(۴) ناپسندیدہ مضامین محصول ڈاک آنے پر واپس کیے جائیں گے اور شائع شدہ مضامین واپس نہیں ہونگے

(۵) جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں۔

(۶) فتوی پوچھنے والے سوال کے ساتھ جواب کے لئے ٹکٹ ضرور بھیجیں۔

پتہ

منیجر رسالہ محدث دار الحدیث رحمانیہ

دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

محدث دہلی

مدیر
نذیر احمد املوی رحمانی

جلد ۲ | بابت ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۶۶ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۴۷ء | نمبر ۵

مسئلہ علم غیب پر تحقیقی نظر

(۱۳)

محدث نمبر ۳ میں مخالفین کی ساتویں دلیل ذکر کی گئی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضور علیہ السلام نے اپنا ایک خواب ذکر کرتے ہوئے فرمایا "نیند کی حالت میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کا لطف خاص نازل ہوا جس کی وجہ سے میرے سامنے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے اس کو دیکھا" (فَتَجَلّٰی لِی کُلُّ شَیْءٍ وَعَرَفْتُ)

اس حدیث میں "کُلُّ شَیْءٍ" کا لفظ وارد ہوا ہے جس کو مخالفین استغراق حقیقی کے معنی میں لے کر آنحضور کے لیے جملہ 'مَاکَانَ وَمَایَکُوْن' کا انکشاف ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس کا جواب دیتے ہوئے ہم نے کہا ہے کہ اصطلاحِ شریعت اور محاورات عرب میں یہ لفظ ہمیشہ استغراق حقیقی ہی کے معنی میں نہیں آتا۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے پندرہ دلیلیں ہم اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کر چکے ہیں۔ اب چند فقہی جزئیات اور مستند عربی اشعار سے بھی اس کی تائید سنئے۔

وہ چند فقہی جزئیات جن میں لفظ "کل" سے استغراق حقیقی مراد نہیں

(۱) ہدایہ باب الایمان فی الطلاق میں تعلیقِ طلاق کے متعلق یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی صحت کے لیے تعلیق کے وقت ملک نکاح یا اضافۃ الی ملک نکاح ضروری ہے۔ اس ضابطہ کے ماتحت علامہ ابن الہمام نے محیط سے یہ تفریع نقل کی ہے کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کُلُّ امْرَأَۃٍ اَجْتَمِعُ مَعَهَا فِی فِرَاشٍ فَهِیَ طَالِقٌ فتزوج امرأۃً لا تطلق (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۳۷) یعنی ہر وہ عورت جس کے ساتھ میں ہمبستری کروں اس کو طلاق اس کے بعد اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے ساتھ ہمبستری ہو تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی۔ کیونکہ تعلیق کے وقت یہ عورت اس کے ملک نکاح میں نہ تھی اور نہ اس نے اس تعلیق کو مضاف الی الملک کیا تھا۔

گویا صورت مسئلہ اگر یوں فرض کی جائے کہ یہ کلام ایک ایسا شخص بولتا ہے جس کے نکاح میں کچھ عورتیں وقت تعلیق بھی موجود ہیں۔ اور کچھ عورتوں سے اس تعلیق کے بعد بھی نکاح کرتا ہے اور پھر ان دونوں قسم کی عورتوں سے وہ ہمبستر بھی ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ کل امرأۃ اجتمع معها فی فراش کے افراد میں یہ دونوں ہی قسم کی عورتیں داخل ہیں اور ضابطہ مذکورہ سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر صرف لفظ "کل" کے استغراق و عموم کا لحاظ کیا جائے تو ہمبستری کے بعد ان دونوں قسم کی عورتوں پر طلاق واقع ہو جانی چاہیے۔ مگر ایسا نہیں ہے بلکہ (ضابطہ مذکورہ کی بنا پر) یہ حکم صرف پہلی قسم کی عورتوں کو شامل ہوگا۔ دوسری قسم کی عورتیں سب اس سے خارج ہوں گی معلوم ہوا کہ مثال مذکور میں گو قائل نے لفظ "کل" استعمال کیا ہے۔ مگر دوسرے قرائن تخصیص مقتضی ہیں کہ یہاں استغراق مراد نہیں۔

(۲) اسی طرح شرح وقایہ کے باب "الحلف بالطلاق" میں پہلے ہی مذکورہ بالا ضابطہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مصنف نے الفاظ شرط ذکر کیے ہیں۔ انھیں الفاظ کے ضمن میں شارح نے کہا ہے نحو کُلُّ امرأۃٍ لی تدخل الدار فھی طالق (یعنی جیسے کوئی شخص کہے کہ میری ہر وہ عورت جو گھر میں داخل ہوگی اس پر طلاق ہے)

اس مثال سے شارح کا اصل مقصود تو یہ بتانا ہے کہ فقہا کے نزدیک لفظ "کل" بھی کبھی شرط کے لیے آتا ہے۔ لیکن اگر بطور اشارۃ النص اس کو پہلے ضابطہ کی مثال بھی قرار دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ اور جس طرح صاحب محیط نے ضابطہ مذکورہ پر پہلی مثال متفرع کی ہے اسی طرح یہ مثال بھی اس پر متفرع ہو سکتی ہے۔

پس صورت مسئلہ اگر یہاں بھی یوں فرض کرلی جائے کہ کُلُّ امرأۃٍ لی تدخل الدار فھی طالقٌ ایک ایسے شخص نے کہا ہے جس کے نکاح میں کچھ عورتیں اس تعلیق کے وقت بھی موجود ہیں اور کچھ عورتوں سے وہ اس تعلیق کے بعد بھی نکاح کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ دونوں قسم کی عورتیں اس کی منکوحہ ہیں اس لیے کُلُّ امرأۃٍ لِی کے افراد میں یہ دونوں ہی داخل ہیں۔ اب اگر دوسرے قرائن سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف لفظ "کل" کے عموم و استغراق کا لحاظ کیا جائے تو شخص مذکور کی دونوں قسم کی عورتوں میں سے جو بھی "دخول دار" سے متصف ہو اس پر طلاق واقع ہو جانی چاہیے۔ لیکن ایسا نہیں بلکہ یہ حکم صرف انھیں عورتوں کو شامل ہوگا جو وقت تعلیق اس کے نکاح میں موجود ہیں۔ بعد کو نکاح میں آنے والی سب عورتیں اس سے خارج ہیں۔

معلوم ہوا کہ اس مثال میں بھی گو لفظ "کل" استعمال کیا گیا ہے مگر قرائن تخصیص کی بنا پر استغراق مراد نہیں۔

(۳) طلاق کی طرح تعلیقی عتق کی صحت کے لیے بھی تعلیق کے وقت ملک یا اضافۃ الی الملک شرط ہے (دیکھو شرح وقایہ ج ۲ ص ۱۹۴) پس اگر کوئی شخص کہے کُلُّ جاریۃٍ اطؤھا حُرَّۃٌ فاشتری جاریۃ فوطئھا لا تعتق لان العتق لم یضف الی الملک (فتح القدیر ج ۳ ص ۱۲۷) یعنی ہر وہ لونڈی جس سے میں وطی (صحبت) کروں وہ آزاد ہے۔ اس کے بعد وہ کوئی لونڈی خریدے اور اس سے وطی بھی کرے، تو وہ آزاد نہیں ہوگی۔ کیونکہ تعلیق کے وقت وہ اس کی مملوکہ نہ تھی اور نہ اس نے اس تعلیق کو مضاف الی الملک کیا تھا۔

گویا صورۃ مسئلہ اگر یہاں بھی ویسی ہی فرض کرلی جائے جیسی پہلی دونوں مثالوں میں مذکور ہو چکی تو یہاں بھی عتق کا حکم صرف انھیں لونڈیوں کو شامل ہوگا جو تعلیق کے وقت اس کی ملک میں ہیں دوسری لونڈیاں سب اس سے خارج ہوں گی حالانکہ کل جاریۃ اطؤھا کے افراد میں سے دونوں ہی ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہاں بھی لفظ "کل" سے جملہ افراد کا استغراق مراد نہیں۔ کتب فقہ و اصول کے تتبع سے اس قسم کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں لیکن اثبات مدعا کے لیے یہ تین بھی کافی ہیں اس لیے سردست ہم انھیں پر اکتفا کرتے ہیں۔

اب کلام عرب سے اس کے شواہد سنئے!

وہ چند اشعار جن میں لفظ "کل" سے استغراق حقیقی مراد نہیں

دیوانِ حماسہ عربی کی سب سے مستند اور معتبر کتاب مانی جاتی ہے میں اسی کتاب کے مختلف قصائد سے چند منتخب اشعار ذیل میں پیش کرتا ہوں جن سے سخن فہمی کا ذوق رکھنے والے اصحاب یہ اچھی طرح اندازہ لگا سکیں گے کہ محاورات عرب میں بھی لفظ "کل" ہمیشہ استغراق و احاطہ افرادی کے لیے نہیں آتا چنانچہ

(۱) ایک شاعر اپنی قوم کی بہادرانہ کارگزاریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

وَاَسْیَافُنَا فِیْ کُلِّ غَرْبٍ وَّمَشْرِقٍ   بِهَا مِنْ قِرَاعِ الدَّارِعِیْنَ فُلُوْلٗ

اور ہماری تلواریں مغرب و مشرق کے ہر گوشہ میں مشہور ہیں زرہ پوشوں پر حملہ کی وجہ سے ان میں دندانے پڑے ہوئے ہیں۔

(۲) ایک شخص اپنے حاسدین پر تعریض کرتے ہوئے اپنے فضل و کمال کا اظہار ان لفظوں میں کرتا ہے۔

لَقَدْ زَادَنِیْ حُبًّا لِنَفْسِیْ اَنَّنِیْ   بَغِیْضٌ اِلٰی کُلِّ امْرِءٍ غَیْرِ طَائِلٍ

مجھے اپنے نفس کی محبت اور قدر اس وجہ سے اور بھی زیادہ ہوگئی کہ ہر ناقص اور نکما آدمی میرا حاسد اور دشمن ہے۔

(۳) شاعر اپنے دو ماموؤں کی مدح میں کہتا ہے۔

هِلَالَانِ حَمَّالَانِ فِیْ کُلِّ شَتْوَةٍ   مِنَ الثِّقْلِ مَا لَا تَسْتَطِیْعُ الْاَبَاعِرُ

یہ دونوں شہرت و نفع رسانی میں چاند کی طرح نمایاں ہیں، ہر قحط میں کمزوروں اور بیکسوں کی امداد کا اتنا بڑا بار اپنے اوپر اٹھا لیتے ہیں کہ اونٹ بھی اون کے اٹھانے سے عاجز ہیں۔

(۴) سوّار ایک شاعر کا نام ہے وہ اپنی شجاعت کی تعریف میں کہتا ہے۔

یَدْعُوْنَ سَوَّارًا اِذَا احْمَرَّ الْقَنَا   وَلِکُلِّ یَوْمِ کَرِیْهَةٍ سَوَّارٗ

جب نیزے خون سے سرخ ہو جاتے ہیں تو لوگ سوّار کو پکارتے ہیں، کیونکہ ہر موقع جنگ کے لئے سوّار ہی موزوں ہے۔

(۵) ایک شخص نے اپنے آپ کو لوگوں کا راز دار اور ان کے نزدیک قابلِ اعتماد شخصیت ہونے کو یوں بیان کیا ہے۔

لِکُلِّ امْرِءٍ شِعْبٌ مِّنَ الْقَلْبِ فَارِغٌ   وَمَوْضِعُ نَجْوٰی لَا یُرَامُ اطِّلَاعُهَا

میرے دل میں ہر شخص کے رازوں کو چھپانے کے لیے جگہ خالی ہے اور اس میں رازداری د

وسرگوشی کا ایک ایسا بلند مقام ہے کہ اس کے عبور کرنے کا قصد بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ان اشعار کو ایک مرتبہ پھر غور سے پڑھ جاؤ اور اپنے فکر و خیال پر زور ڈال کر ذرا سوچو کہ جن جن الفاظ پر لفظ "کل" داخل ہے کیا ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی یہ کہنا درست ہو سکتا ہے کہ اس سے اس کے جملہ افراد کا استغراق و احاطہ مراد ہے۔ خواہ وہ فرد کسی زمانے، کسی ملک اور کسی مقام میں پایا جائے؟ یقیناً یہ دعوی غلط اور باطل ہوگا،

پس شرعیات کے علاوہ محاورات کلام سے بھی یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر جگہ لفظ "کل" سے استغراق ہی مراد لینا صحیح نہیں۔

الفاظ عموم کی تخصیص جائز ہے

انھیں دلائل قطعیہ کی بنا پر تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ الفاظ عموم کی تخصیص جائز ہے چنانچہ کشف الاسرار لاصول البزدوی ج ۱ ص ۳۰۶ میں ہے ثم التخصیص یجوز فی جمیع الفاظ العموم (یعنی تمام الفاظ عموم کی تخصیص جائز ہے) توجیہ النظر ص ۷۹ میں ہے۔ لا نعلم اختلافا فی جواز تخصیص العموم (یعنی میں جواز تخصیص کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں جانتا) بلکہ امام شافعیؒ کے نزدیک تو کوئی عام تخصیص سے خالی ہی نہیں ہے الّا قلیلاً بمعونۃ القرائن اسی لیے ان کے ہاں تو بطور ضرب المثل کے یہ مقولہ مشہور ہے ما من عام الا وقد خص منہ البعض (تلویح ج ۱ ص ۱۱۲)

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں "کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے" (فتاوی رضویہ ج ۱ ص ۳۷)

جب اصولاً ہر عام کی تخصیص جائز اور استعمالاً شائع و ذائع ہے تو حضرت معاذؓ کی اس (زیر بحث) حدیث میں بھی جواز تخصیص کے متعلق تو کوئی شبہ ہو ہی نہیں سکتا۔ رہا اس کا ثبوت و تحقق تو جس طرح ہماری پیشکردہ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ، امثلۂ فقہیہ، اشعار عربیہ، میں خارجی یا داخلی دلائل و قرائن کی بنا پر تخصیص محقق و متیقن ہے اسی طرح بحمد اللہ یہاں بھی ایسے دلائل و قرائن موجود ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عام مخصوص منہ البعض ہے، اور اس میں "کل شئ" کا لفظ اپنے جملہ افراد کو شامل نہیں ۔اس جدلی دور میں تحقیقی دلائل سے زیادہ الزامی جوابات مؤثر ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم پہلے اس کے ثبوت میں الزامی ہی دلیل پیش کرتے ہیں۔

حدیث معاذ رضی کی تخصیص کی الزامی دلیل

سرخیل جماعت (بریلویہ) مولوی احمد رضا خاں صاحب "الفیوض الملکیہ" میں لکھتے ہیں:۔

"حق تعالیٰ کی ذات وصفات اور اس کی تجلیات ہمارے دعویٰ سے مستثنیٰ ہیں، اور ان کے متعلق ہمارا یہ ادعا نہیں کہ ان کا علم محیط بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے" (ملخصاً)

یہی فاضل بریلوی "الدولۃ المکیہ" میں فرماتے ہیں۔

"ہمارا دعویٰ ان اشیا کے علم تفصیلی محیط کا ہے جو ابتدائے آفرینش عالم سے یوم قیامت تک عالم وجود میں آئیں .... کائنات مابعد القیامت کے متعلق ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان کا علم محیط بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے" (ملخصاً)

اسی جماعت کے ایک دوسرے ممتاز عالم مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی لکھتے ہیں:۔

"حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی مکرم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم وآلہ واصحابہ وسلم کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ کا علم عطا فرمایا۔ بدء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و دوزخ تک سب مثل کف دست ظاہر کر دکھایا" (الکلمۃ العلیا صـ۳)

"جمیع اشیاء جملہ کائنات" کی تفسیر "تمام ممکنات حاضرہ وغائبہ" سے کرنے کے بعد بھی چونکہ کائنات مابعد القیامۃ کا استثنا نہیں ہوتا تھا اس لیے فاضل مراد آبادی کو "دخول جنت و دوزخ تک" کی قید بھی بڑھانی پڑی۔

بہرحال ان دونوں حضرات کے مذکورہ بالا بیانات سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہو رہی ہے کہ ان کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے "تفصیلی محیط" علم کا تعلق صرف ان چیزوں کے ساتھ ہے جو دنیا کی پیدائش سے لے کر داخلۂ جنت و دوزخ تک کے محدود و محصور بین الحاصرین زمانے میں وجود آئیں۔ دنیا کی پیدائش سے پہلے جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مع اپنی حقیقی صفات ولامحدود تجلیات کے موجود تھی تو اس کے متعلق ان کو بھی تسلیم ہے کہ ان کا محیط علم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل نہیں ہے۔

اسی طرح قیامت کے بعد کا غیر متناہی زمانہ جبکہ نہ جنت فنا ہوگی نہ اہل جنت اور ان کی لطف اندوزیاں۔ نہ جہنم فنا ہوگی نہ اس کے ابدی مستحقین اور ان کی الم انگیزیاں اور اسی حالت

میں ابدالآباد تک جو کچھ ہوتا رہیگا اس کے متعلق بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا کلی اور محیط علم بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں ہوا۔ بلکہ خاں صاحب بریلوی نے اپنے رسالے "خالص الاعتقاد" میں تو صاف صاف لکھدیا:۔

"اور ہم عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی ملنا مانتے ہیں نہ کہ جمیع" (خالص الاعتقاد ص۲۳)

اب تو اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا تاکہ خود ان کی تسلیم و اعتراف کے مطابق حدیث معاذ رض (زیر بحث) میں "کل شئی" کا لفظ اپنے عموم و استغراق پر باقی نہیں ہے اور یہ عام مخصوص منہ البعض ہے اس الزامی دلیل کے بعد اب ہم آپ کے سامنے اس کی تخصیص کے چند تحقیقی دلائل و قرائن بیان کرتے ہیں۔

اس حدیث کی تخصیص کی پہلی تحقیقی دلیل

اس کی تخصیص کا سب سے پہلا اور کھلا ہوا قرینہ تو خود اس کا سیاق و سباق ہے۔ یہ حدیث ترمذی اور مسند احمد میں مروی ہے اور مشکوٰۃ باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ کی فصل ثالث میں بھی مذکور ہے۔ اس کو نکال کر شروع سے آخر تک پڑھو تو تمہیں اس میں مندرجہ ذیل باتوں کا ذکر ملے گا۔

(الف) اس دن فجر کی نماز کے لیے آپ مسجد میں اتنی دیر سے نکلے کہ قریب تھا کہ سورج نکل آئے

(ب) جب آئے تو تخفیف کے ساتھ نماز ادا کر کے لوگوں کو ٹھہرایا اور اس تاخیر کی وجہ بیان کرتے ہوئے اپنے ایک خواب کا ذکر فرمایا۔

(ج) اس خواب میں آپ نے اللہ تعالیٰ کو ایک خاص صفت کے ساتھ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے پوچھا کہ بتاؤ فرشتے آپس میں کس چیز کے متعلق بحث کرتے ہیں۔ تو پہلی تین بار تو آپ نے فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ لیکن پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فیض خاص کا نزول فرمایا تو یہ سب چیزیں آپ پر ظاہر ہوگئیں۔ اور آپ نے بتادیا کہ فرشتے ان اعمال صالحہ کے بارے میں بحث کر رہے ہیں جو گناہوں کو مٹانے والے ہیں۔

(د) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پھر دوبارہ پوچھا کہ بتاؤ اور کس چیز کے بارے میں وہ بحث کر رہے ہیں تو آپ نے بتایا کہ ان اعمال کے بارے میں جنکی وجہ سے جنت میں بڑے بڑے درجے ملیں گے۔

(ہ) پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے چند دعائیں کیں (جو اس حدیث میں مذکور ہیں)

یہ ایک مختصر اور اجمالی خاکہ ہے ان مضامین کا جن پر یہ حدیث مشتمل ہے۔ اس میں جن

باتوں کے انکشاف کا ذکر ہے وہ تو بیشک ایسی ہی ہیں جو ایک پیغمبر کی شایانِ شان ہیں یعنی وہ اعمالِ صالحہ جو تکفیر سیئات کا موجب اور رفع درجات کا سبب ہیں۔ فرشتے انھیں کے متعلق آپس میں بحث کر رہے تھے آپ سے بھی انھیں کی بابت پوچھا گیا، اور جب نہ بتا سکے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے لطفِ خاص سے آپ انکو ظاہر فرمادیا۔

الغرض حدیث کے سیاق وسباق اور جنابِ رسالتمآب کی عظمتِ شان کا تقاضا تو یہی ہے کہ یہاں "کل شیٔ" سے وہی تمام چیزیں مراد لی جائیں جو اس وقت فرشتوں کی زیر بحث تھیں اور جنکی بابت آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ ورنہ دنیا بھر کی تمام چیزوں میں تو وہ بے حیائیاں اور بیہودگیاں بھی ہیں جنکا جاننا ایک شریف امتی کے لیے بھی ننگ وعار کا باعث ہے۔ چہ جائیکہ افضل الرسل۔ اشرف الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس، اسی لیے آپ دعا فرمایا کرتے تھے اللھم انی اعوذبک من علم لا ینفع (مسلم ج ۲ ص ۳۵ نسائی ج ۲ ص ۲۷۳) یعنی اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نافع نہو۔ معلوم ہوا کہ ہر مناسب ونامناسب، مفید وغیر مفید بات کا جاننا آپ کو خود بھی پسند نہ تھا۔ اور آپ ایسے علم سے پناہ مانگتے تھے۔ پھر آپ کی مرضی کے خلاف خواہ مخواہ یہ کہنا کہ آپ دنیا بھر کی تمام لغویات وخرافات، بیہودگیوں اور بے حیائیوں کے عالم تھے کیسی افسوسناک جرأت وبے ادبی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اگر کسی کو یہ شبہ گذرے کہ اشیاء (خواہ اچھی ہوں یا بری) کا نفس علم، نقص وعیب کا موجب نہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی نقص لازم آئیگا کیونکہ وہ بھی ان کو جانتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف وکمالات پر انسانی اوصاف وکمالات کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ یہ کوئی ضروری نہیں کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ کی شان کے لیے کمال یا نقص ہوں تو وہ انسانوں کے لیے بھی ہوں مثلاً اللہ تعالیٰ کی شان کے لیے تو یہی خوبی اور کمال ہے کہ نہ اس کے لیے بیوی ہو اور نہ بچے، نہ وہ جنسی خواہشات رکھتا ہو اور نہ صنفی تعلقات، مگر انسان کے لیے یہ خوبی اور کمال نہیں، اس کے لیے صاحبِ اہل وعیال ہونا ہی کمال ہے۔

یا مثلاً کسی شخص کی جلوت وخلوت کی ہر حالت کو دیکھتے رہنا اور اس کی ہر بات پر نگاہ رکھنا اللہ تعالیٰ کے لیے تو مناسب ہے۔ لیکن کسی انسان کے لیے درست نہیں کہ وہ دوسروں کو ظاہر و پوشیدہ ہر حالت میں دیکھنے کی کوشش کرے۔

یا مثلاً سونا جاگنا، کھانا پینا، عبادت کرنا، کسب حلال کے لیے جد وجہد کرنا وغیرہ یہ سب چیزیں انسانی قویٰ وحالات کے لحاظ سے اس کے لیے تو ضروری اور باعث کمال ہیں۔ مگر

اللہ تعالیٰ کے لیے یہی اوصاف باعث نقص و عیب ہیں وہ ان سب باتوں سے پاک و برتر ہے
یا مثلاً حق تعالیٰ کی ذات و صفات، شیون و تجلیات کا علم خود اس کو تو حاصل ہے
اور یہ اس کے لیے صفت کمال ہے، لیکن کسی مخلوق کو اس کا تفصیلی علم حاصل ہونا محال ہے۔
پس چونکہ ہر خیر و شر، عیب و ہنر، نیکی و بدی، اچھائی و برائی کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے
اور ان کے ساتھ اس کی تکوین و تکلیف کا تعلق ہے۔ ان پر بندوں کے لیے اس کی طرف سے
جزا و سزا، ثواب و عقاب، طاعت و عصیان کا ترتب وابستہ ہے۔ اس لیے ان میں
سے ہر چیز کا جاننا اس کے لیے تو ضروری اور عین کمال ہے، لیکن کسی مخلوق کی یہ شان نہیں
اس لیے دنیا کی ہر چیز کا جاننا بھی اس کے لیے کمال نہیں۔ بلکہ بعض اوقات تو بعض چیزوں
کا جاننا اس کے لیے مضر ہے، اسی لیے حضور نے علم غیر نافع سے پناہ مانگی ہے۔

دوسری دلیل حضرت معاذؓ کی زیر بحث حدیث کی تخصیص کی دوسری تحقیقی دلیل یہ ہے:۔
عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن لیلۃ القدر فقال هی فی العشر الاواخر
او فی الخامسۃ او فی الثالثۃ (رواہ احمد فی مسندہ صفحہ ۲۳۴ ج ۵)

یعنی "حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کی ٹھیک تاریخ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ (رمضان کے) آخری عشرہ میں ہوگی یا اس کی ۲۵ ویں شب یا ۲۷ ویں شب"۔

دیکھو یہی حضرت معاذ جو "فتجلی لی کل شیٔ" کے راوی ہیں اونھیں کا بیان ہے کہ آپ سے شب قدر کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے اس کی کوئی معین تاریخ نہیں بتائی بلکہ شک کے ساتھ فرمایا کہ "یہ ہوگی یا یہ"

یہ بھی نہیں فرمایا کہ مجھے تو معلوم ہے لیکن بتانے کی اجازت نہیں یا بتانا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ درحقیقت بات یہ ہے کہ ہمیشہ کے لیے اس کی معین تاریخ کا انکشاف آپ پر ہوا ہی نہیں۔

نیز اگر صحابہ نے "کل شیٔ" سے اس کے جملہ افراد کا استغراق و عموم سمجھا ہوتا تو پھر دوبارہ وہ شب قدر کی بابت آپ سے پوچھتے۔ مگر اس قسم کا کوئی ثبوت روایات میں نہیں ہے معلوم ہوا کہ خود ان کے نزدیک بھی یہاں استغراق مراد نہیں ہے۔ ومن ادعی خلاف ذلک فعلیہ البیان

(باقی)